***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Prophet's (PBUH) Treatment of Non-Muslims: In the Context of Interfaith Harmony

نبی کریم ﷺ کا غیر مسلموں سے برتاؤ: بین المذاہب ہم آہنگی کے تناظر میں

Tanzeela D/O Muhammad Arif
Scholar MPhil, Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
Associate Professor Dr. Naseem Akhter
(Corresponding Author)
Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
khtr_nsm@yahoo.com

Abstract

The study paper examines the non-Muslim treatment of Prophet Muhammad (PBUH) in regard to interfaith peace by showing how his excellent behavior is an everlasting example of coexistence. The paper notes that the method of the Prophet was based on compassion, justice, and respect despite the strong contention and religious divergence. Based on the Quran, Hadith, and the Prophetic biography (Seerah), it shows how the Prophet (PBUH) encouraged interfaith dialogue and social justice with the help of treaties, ethical conduct and inclusiveness in governance. Some of these liquidating factors include the Mithaq-e-Madina (the Charter of Medina) that granted Jews and other communities, religious, and civil rights and Sulh Hudaybiyyah or a peace treaty between the Prophet and Quraysh, which displays his diplomacy and ability to take the long-term vision on peace. Religious tolerance is as illustrated by his humane treatment of delegations such as the Christians of Najran, among whom he gave them the license to worship at the Prophet?s Mosque. The personal experiences, e.g. when he visited a Jewish boy that was sick, when he forgave people in Ta if, though they were not friendly, and when he transformed the character of Thumamah bin Uthal, demonstrate how the Prophet managed to appeal to the heart by means of mercy. The given work underlines that the attitude of the Prophet toward non-Muslims was not limited to the political need but was based on his mission as a prophet of mercy to the whole world. His ethical and respectful relation with others was the base of the multi-faith society in Medina. The study finds that the model of interfaith coexistence developed by the Prophet (PBUH) is not only historically important but also a timely mode of tackling the contemporary religious and cultural conflicts. His biography serves as the best example that justice, respect, and peace are the pillars of Islamic relations with non-Muslims.

Keywords: *Interfaith Harmony, Prophet Muhammad (PBUH), Charter of Medina, Religious Tolerance, Non-Muslims in Islam, Sulh Hudaybiyyah, Peaceful Coexistence*

تعارف:

اسلامی اصطلاح میں غیر مسلم ان تمام افراد کو کہا جاتا ہے۔جو دین اسلام کے بنیادی عقائد، توحید رسالت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے قرآن میں ان کے لئے کافر اہل کتاب اور مشرک جیسے الفاظ آئے ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۱

ترجمہ: بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے (دین حق کے) منکر ہوئے وہ اور مشرکین دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور اسمیں ہمیشہ رہیں گے یہی بد ترین مخلوق ہیں۔

بین المذاہب ہم آہنگی کی قرآنی بنیاد:

۱۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۲

ترجمہ: مسلمان ہوں، یہودی ہوں نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں جو کوئی بھی اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر ان کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی حوف ہے اور نہ اداسی۔

۲۔ لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ۳

ترجمہ: سب (اہل کتاب) ایک جیسے نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو راہ راست پر قائم ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے اور سجدے کرتی ہے۔" یہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں، اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔ جو کچھ بھی نیکی کریں، اُس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ اور اللہ پرہیز گاروں کو خوب جاننے والا ہے۔

۳۔لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۴

ترجمہ: اے نبی ﷺ! آپ ضرور دیکھیں گے کہ ایمان والوں کے سب سے بڑے دشمن یہودی اور مشرک لوگ ہیں، اور ضرور دیکھیں گے کہ ایمان والوں کے سب سے زیادہ قریب محبت میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ (عیسائی) ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں کچھ علماء (قِسِّيسِين) اور درویش (رُهبَان) ہوتے ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے۔

"نبی کریم ﷺ کی سیرت میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک، معاہدہ، امانت داری اور رواداری کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ سیرتِ طیبہ ہمیں سکھاتی ہے کہ مذہبی اختلاف، باہمی عزت اور انصاف کے ساتھ قابلِ برداشت ہے، اور یہی سیرت آج کے تنوع بھرے معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کی عملی مثال ہے۔

بین الذاہب ہم آہنگی کی سیرتی و نبوی بنیاد:

۱۔حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ الْمَدِينِيُّ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ، أَخْبَرَهُ عَنْعِدَّةٍ، مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَن آبَائِهِمْ دِنْيَةً، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۵

ترجمہ: صفوان بن سلیم نے رسول اللہ ﷺ کے کئی صحابہ کے بیٹوں سے روایت کی، وہ اپنے قریبی آباء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمت سے بڑھ کر اسے کسی بات کا مکلف کیا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔

۲۔حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ ، فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُودِيٍّ ، قَالَ : إِذَا رَأَيْتُمُ الْجِنَازَةَ فَقُومُوا۶

ترجمہ: ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

۳۔ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَيَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذَلِكَ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذَلِكَ۔۷

ترجمہ:" تمام مسلمانوں کی امان ایک ہے، اور سب سے ادنیٰ مسلمان بھی اگر کسی کو امان دے، تو سب کو اس کی حفاظت کرنی ہو گی۔ جو کسی مسلمان کی امان کو توڑے، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، نہ اس کا کوئی نفل عمل قبول کیا جائے گا اور نہ فرض۔ اور جو اپنے اصل حلیفوں کے سوا دوسروں کو اپنا حمایتی بنائے، اس پر بھی یہی لعنت ہو گی۔ مسلمانوں کی امان ایک ہے، جو کوئی اسے توڑے، اس پر بھی وہی لعنت ہے۔

"نبی کریم ﷺ کی سیرت میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک، معاہدہ، امانت داری اور رواداری کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ سیرتِ طیبہ ہمیں سکھاتی ہے کہ مذہبی اختلاف، باہمی عزت اور انصاف کے ساتھ قابلِ برداشت ہے، اور یہی سیرت آج کے تنوع بھرے معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کی عملی مثال ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عالمی رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی اور بنی نوع انسان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم:

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئی افلاک کے گنبد پر
حدت کی تجلی کوند گئی آفاق کے سینازاروں میں
گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمیں سکھاتا ہے کہ دنیا میں ہمیں ہر فرد کے ساتھ اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے، اور دینِ اسلام کا پیغام محبت و حکمت کے ساتھ تمام انسانوں تک پہنچانا چاہیے۔ ساتھ ہی، اپنے مزاج میں اعتدال، بردباری اور توازن پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر خالد علوی فرماتے ہیں کہ اکثر رہنماؤں کی زندگی میں کسی نہ کسی مقام پر عدم توازن آ جاتا ہے، جس سے بچنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، رسول اکرم ﷺ کی ذات سراپا اعتدال و توازن تھی۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک مکمل اور بے مثال نمونہ ہے۔ ایک جانب آپ ﷺ ایک عظیم فکری اور معاشرتی انقلاب کے داعی اور تاریخ کا رُخ بدلنے والے قائد تھے، تو دوسری جانب گھریلو زندگی میں نرم مزاج، خوش طبع، خوش اخلاق، اور شب بیداری کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے والے عبادت گزار بندے بھی تھے۔۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور ہم جہت سیرت کا ایک روشن پہلو اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاشرتی رویہ اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک ہیں۔ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنی قریبی رشتہ داروں بلکہ اجنبیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ بھی شفقت اور ہمدردی کا برتاؤ

فرماتے ہر شخص کے لیے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیر خواہی اور بھلائی کا جذبہ موجزن رہتا اپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے ہمیشہ سلام میں پہل کرتے خود ارشاد فرمایا کرتے کہ "سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہوتا ہے۔۹

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے پاس گزرتے تو سلام کرتے۔۱۰

بازار کو ناپسندیدہ جگہ سمجھتے۔۱۱

لیکن وہاں جاتے تو ہر ایک کو سلام کرتے۔۱۲

انتہائی خوش مزاج تھے اور متبسم رہتے۔۱۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے چہرے سے ملتے اور فرمایا کرتے یہ صدقہ ہے۔۱۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی محفل میں بیٹھتے تو عام آدمی کوئی فرق محسوس نہیں کرتا تھا۔۱۵

نماز صبح کے بعد خصوصی مجلس ہوتی تھی۔۱۶

اس میں قصے بھی ہوتے ہیں اور ہنسی بھی۔۱۷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کا اہتمام کرتے۔۱۸

رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ اور ہمسایوں کا خیال اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا بنیادی حصہ ہے۔

جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو، تو اُسے رشتہ داروں سے صلہ رحمی (اچھا سلوک) کرنا چاہیے۔۱۹

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔۲۰

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں۔"عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون؟ فرمایا:"وہ شخص جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔۲۱

اسلام میں ہر مومن کو مخلوقِ خدا کے ساتھ محبت اور نرمی کا رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی احادیث میں انسانیت سے نرمی برتنے کی اہمیت نمایاں طور پر بیان فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔۲۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں نفع بخشی اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا بنیادی خُلق کے طور پر شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔۲۳

غیر مسلموں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا رویہ: بین المذاہب ہم آہنگی کی عملی مثالیں

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو فرد اور معاشرے، اخلاقیات اور سیاست، امن و انصاف، اور بین المذاہب تعلقات کے تمام شعبوں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک اسی جامعیت کی عملی تصویر ہے۔ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے ماحول میں، جہاں مختلف مذاہب، قبائل، نسلی گروہ اور سماجی طبقات اباد تھے۔ حکمت رواداری، انصاف اور حسن سلوک کے اعلی ترین نمونے قائم کیئے۔ یہودی قبائل کے ساتھ معاہدے، بیمار غیر مسلم کی تیمارداری، عیسائی وفود سے بین المذاہب مکالمہ، جنگی قیدیوں سے انسانی سلوک، مشرک ہمسایوں کے ساتھ حسن برتاؤ، اور منافقین کے ساتھ حکیمانہ طرز عمل جیسے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دعوت دین ہی نہیں دی بلکہ مختلف عقائد و نظریات کے حامل افراد کے ساتھ باوقار اور پر امن

تعلقات قائم کئے۔ یہ طرز عمل نہ صرف اس زمانے کے لیے ہے کے لیے ایک مثال تھا بلکہ اج کے تنوع سے بھرپور معاشروں کے لیے بھی ایک کامل ماڈل ہے۔

میثاق مدینہ: مدینہ میں پرامن بقائے باہمی کا معاہدہ

پس منظر:

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں کی اکثریتی آبادی اوس و خزرج کے قبائل پر مشتمل تھی، جبکہ یہودی اقوام بھی مدینہ اور خیبر میں بڑی تعداد میں آباد تھیں۔ ان کے متعدد دینی مدارس اور علمی مراکز خصوصاً خیبر میں قائم تھے۔ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے انہیں مشرکین پر علمی و دینی برتری حاصل تھی، اور ان کے پاس آسمانی کتب کے ذریعے نبی آخر الزمان ﷺ کی صفات سے واقفیت بھی موجود تھی۔ ۲۴

جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے

۲۵"یعرفونه کما یعرفون أبناءهم"

ترجمہ: "وہ اسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

مگر ان کی طبیعتوں میں راستی کی جگہ حسد، ضد، اور عناد تھا۔ ۲۶

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۲۷"وجحدوا بها واستیقنتها أنفسهم ظلما وعلوا"

ترجمہ "اور انہوں نے (ان نشانیوں) کا انکار کیا، حالانکہ ان کے دل ان کو یقین کے ساتھ پہچان چکے تھے، ظلم اور تکبر کی بنا پر (انہوں نے انکار کیا)۔

یہودی علماء میں سے چند حق شناس افراد نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا، لیکن اکثریت نے حسد اور عناد کا رویہ اپنایا۔ ان کے شر اور فتنہ انگیزی سے بچنے اور معاشرتی امن قائم رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے ان سے تحریری معاہدہ فرمایا۔ قرآنِ حکیم میں یہود کی سازشوں کا بارہا ذکر آیا ہے، اسی پس منظر میں یہ معاہدہ ایک حکیمانہ قدم تھا۔ ۲۸

میثاقِ مدینہ کے اہم نکات:

نبی کریم ﷺ نے یہودیوں اور مہاجر و انصار کے درمیان ایک تحریری معاہدہ کیا تاکہ شہر مدینہ میں امن، رواداری اور باہمی تعاون قائم رہے۔

1. یہودی مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں کریں گے
2. بنو عوف کے یہودی، مسلمانوں کے ساتھ امن سے رہیں گے
3. ہر قوم کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہوگی۔
4. دونوں فریقین ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔
5. کسی بڑے معاملے یا قتل کی صورت میں عدل و انصاف سے فیصلہ ہوگا۔
6. دوسرے یہودی قبائل کے لیے بھی وہی شرائط ہوں گی جو بنو عوف کے لیے ہیں۔
7. یہودی اپنے مخصوص علاقوں میں رہیں گے، اور کہیں اور جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لینا ہوگی۔
8. مسلمانوں پر یہودیوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہوگی، اور یہودی مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے۔

کسی پر ناجائز دباؤ نہیں ڈالا جائے گا، جب تک وہ خود ظلم نہ کرے۔9.

یہودی اور مسلمان خاندان کی طرح مل جل کر رہیں گے۔10.

کسی اختلاف کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ حتمی ہو گا۔11.

عدل و تقویٰ کی بنیاد پر سب برابر سمجھے جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کا محافظ ہے۔۲۹ 12.

میثاقِ مدینہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں قائم ہونے والا ایسا عدل و انصاف پر مبنی معاہدہ تھا، جو مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک ریاست میں پُرامن طور پر رہنے کا حق دیتا تھا۔ اس معاہدے نے نہ صرف مسلمانوں کو غیر مسلموں کے حقوق کا محافظ بنایا، بلکہ غیر مسلموں کو بھی ایک مقام دیا۔ یوں میثاقِ مدینہ، بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک روشن مثال بن کر رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

صلح حدیبیہ امن کی خاطر وقتی پسپائی کی مثال:

صلح حدیبیہ 6 ہجری میں اس وقت واقع ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے خواب میں بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا، جس کی تعبیر کے لیے آپ ﷺ 1400 صحابہؓ کے ہمراہ عمرہ کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے۔ قریش نے راستے بند کیے تو آپ ﷺ نے حدیبیہ میں قیام کیا اور امن کا پیغام دیا۔ قریش کے سفیروں سے مذاکرات کے بعد حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا گیا، جن کی واپسی میں تاخیر نے بیعت رضوان کا پس منظر بنایا۔ بعد ازاں سہیل بن عمرو سے معاہدہ طے پایا، جس کی کچھ شرائط سخت معلوم ہوئیں، مگر نبی ﷺ نے حکمت و مصلحت کو ترجیح دی۔ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ پر اعتراض پر آپ ﷺ نے خود انہیں مٹا دیا۔ قرآن نے اس معاہدے کو "فتح مبین" قرار دیا کیونکہ اس نے امن قائم کیا، دعوت کے دروازے کھولے اور بین المذاہب ہم آہنگی کی بنیاد رکھی۔۳۰

صلح شرائط:

ذیقعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار فرمایا۔ قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، جس کے نتیجے میں دونوں فریقین کے درمیان ایک تاریخی معاہدہ طے پایا، جو "صلح حدیبیہ" کے نام سے معروف ہے۔ اس معاہدے کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے لیے سخت اور یک طرفہ محسوس ہوتی تھیں، جن میں نمایاں یہ تھیں کہ دس سال تک جنگ نہ ہو گی، قریش کا کوئی فرد اگر مدینہ آئے گا تو واپس کیا جائے گا، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، جبکہ مدینہ سے مکہ آنے والے کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں، مسلمان اسی سال بغیر عمرہ کیے واپس جائیں گے اور آئندہ سال تین دن کے لیے مکہ آکر عمرہ کریں گے، اور کوئی ہتھیار ساتھ نہیں ہو گا سوائے نیام میں بند تلواروں کے۔ قبائل کو اختیار دیا گیا کہ وہ فریقین میں سے کسی کے ساتھ معاہدہ کر لیں، چنانچہ بنو خزاعہ مسلمانوں اور بنو بکر قریش کے حلیف بنے۔ معاہدہ ابھی مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا، ابو جندلؓ، زنجیروں میں جکڑا ہوا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قریش کے مظالم سے تنگ آکر بھاگا تھا، اور مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن سہیل نے شرط کا حوالہ دے کر اسے واپس لے جانے پر اصرار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے باوجود دل گرفتگی کے، معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابو جندلؓ کو واپس کر دیا۔۳۱

اور فرمایا: يَا أَبَا جَنْدَلِ! اصْبِرْ وَاحْتَسِبْ، فَإِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔۳۲

ترجمہ: "اے ابو جندل! صبر کرو اور اجر کی نیت رکھو، بے شک اللہ تمہارے لیے جلد ہی نجات اور خلاصی کا راستہ بنائے گا۔"

اس موقع پر حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی یہ معاہدہ سخت ناگوار گزرا۔ انہوں نے بار بار استفسار کیا کہ اگر ہم حق پر ہیں تو یہ پسپائی کیوں؟ نبی کریم ﷺ نے نہایت تحمل اور بصیرت سے فرمایا کہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ بعد میں حضرت عمرؓ اس اضطراب پر بہت نادم ہوئے، روزے رکھے، صدقے دیے اور غلام آزاد کیے۔ معاہدے کی تکمیل کے بعد جب نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو قربانی اور حلق کا حکم دیا،

تو غم کی شدت سے کوئی بھی عمل کرنے نہ اٹھا۔ نبی ﷺ کو یہ صورت حال ناگوار گزری، جس پر ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے نہایت حکیمانہ مشورہ دیا کہ آپ خود خاموشی سے قربانی کریں، صحابہ خود پیروی کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۳۳

واپسی پر سورۃ فتح نازل ہوئی::

۔۳۴"إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً"

بعد ازاں، ابو بصیرؓ مشرکین کی قید سے نکل کر مدینہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کی روح کو قائم رکھتے ہوئے انہیں واپس کر دیا۔ راستے میں انہوں نے ایک قریشی قاصد کو قتل کر دیا اور مدینہ واپس آنے کے بجائے ساحل پر قیام کر لیا۔ وہاں دیگر مسلمان، بشمول ابو جندلؓ، ان کے ساتھ آملے۔ قریش کے تجارتی قافلے ان کے حملوں کا نشانہ بننے لگے۔ قریش مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرنے لگے کہ انہیں مدینہ بلالیں اور معاہدے کی وہ شرط ختم کر دی جائے۔ اس طرح معاہدہ کی سب سے مشکل شق عملاً ختم ہو گئی۔ اسی طرح کچھ مسلمان خواتین بھی مکہ سے مدینہ آئیں۔ قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی انکی واپسی سے منع فرمادیا۔ اور واضح کیا کہ معاہدہ صرف مردوں پر لاگو ہوتا ہے۔ ۳۵

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۖ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۖ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۖ وَاٰتُوْهُم مَّآ اَنْفَقُوْا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْاَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْاَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۚ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ ۳۶

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو، اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پس اگر تم انہیں مومن معلوم کر لو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، نہ وہ (عورتیں) ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہیں، اور ان کفار کو دے دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا، اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انہیں ان کے مہر دے دو، اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا کہ وہ مانگ لیں، اللہ کا یہی حکم ہے، جو تمہارے لیے صادر فرمایا، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں میں سے کفار کے پاس نکل گئی ہے پھر تمہاری باری آجائے تو ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا، اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔

اس معاہدے کے نتیجے میں اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کو شکست خوردہ محسوس ہوا، لیکن یہ عارضی پسپائی درحقیقت دعوتِ اسلام کے لیے ایک فتح مبین ثابت ہوئی۔ امن و امان کی فضا قائم ہوئی، اسلام کھل کر پھیلنے لگا، اور دو سال بعد فتح مکہ کی راہ ہموار ہو گئی۔

اس واقعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محض وقتی کامیابی کی بجائے، دیرپا امن، حکمت، اور رواداری کو ترجیح دی۔ صلح حدیبیہ محض ایک معاہدہ نہیں، بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی، سیاسی بصیرت اور امن کی خاطر کی گئی قربانی کا ایسا نمونہ ہے جو آج بھی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔

اہل نجران کا وفد: بین المذاہب ہم آہنگی کی ایک شاندار مثال

اسلامی ریاست کے استحکام اور شوکت کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اہلِ نجران — جو کہ عیسائی تھے — کے ساتھ ایک جامع معاہدہ فرمایا۔ یہ معاہدہ اپنے دائرہ کار اور مضامین کے لحاظ سے بین المذاہب رواداری اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ایک منفرد مثال ہے۔ اس معاہدے میں غیر مسلموں کے مذہبی، سماجی، معاشی، قانونی اور سیاسی حقوق کو واضح انداز میں تحفظ فراہم کیا گیا، اور یہی معاہدہ آج بھی اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کے لیے ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

متعدد محدثین اور مورخین نے اس معاہدے کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، اور اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

نجران کے مسیحی باشندوں کو ان کے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی گئی، اور ان پر اسلام قبول کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا گیا۔

ان کے گرجاگھروں اور عبادت گاہوں کی حفاظت اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی۔

ان کے مذہبی پیشواؤں کی جان، عزت اور آزادی کی ضمانت دی گئی۔

ریاستِ مدینہ میں انہیں وہی مذہبی و قانونی حقوق دیے گئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔

ان کے جان و مال، عزت و وقار کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری میں شامل کی گئی۔

انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مذہبی قائدین کو خود منتخب کریں۔

ان کے عباداتی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی ضمانت دی گئی۔

کسی بھی مذہبی عہدے دار کو بلاوجہ معزول نہ کرنے کی شق بھی شامل کی گئی۔۳۷

نجرانیوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت: مذہبی رواداری کی عملی تصویر:

نجران کے عیسائیوں کا ایک باوقار وفد، جس میں ساٹھ افراد شامل تھے، بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اس وفد کی قیادت "اسقف ابوالحارث" کر رہا تھا، جو وہاں کے گرجاگھر کا پیشوا تھا، جبکہ اس کے ہمراہ "عبدالمسیح" نامی قاضی و منتظم بھی موجود تھا، جسے لوگ احتراماً "سید" کے لقب سے پکارتے تھے۔ ان کے علاوہ چوبیس ممتاز نصرانی قبائلی سردار بھی شریک تھے۔ یہ قافلہ عصر کے وقت مدینہ پہنچا، جو ان کے مذہبی عقیدے کے مطابق عبادت کا وقت تھا—غالباً یہ اتوار کا دن تھا جسے وہ بابرکت تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبادت کی اجازت طلب کی، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مسجدِ نبوی میں اپنی عبادت انجام دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان عیسائیوں نے مسجد کے مشرقی جانب رخ کر کے اپنے مذہب کے مطابق نماز ادا کی۔ جب کچھ صحابہ نے انہیں اپنے طور پر عبادت کرتے دیکھا تو انہیں روکنا چاہا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا، اور ان کے اس عمل کو برداشت فرمایا۔ یہ واقعہ اسلامی معاشرے میں مذہبی آزادی اور رواداری کا روشن نمونہ ہے، جو واضح کرتا ہے کہ اسلام صرف اپنے ماننے والوں کے لیے نہیں، بلکہ دوسروں کے مذہبی جذبات و آزادی کا بھی احترام کرتا ہے۔۳۸

بین المذاہب ہم آہنگی کی عملی مثال: ثمامہ بن اثال کا واقعہ

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ فہمی، رواداری اور اخلاقی تربیت کا حیرت انگیز پہلو نظر آتا ہے۔

زیرِ نظر حدیث میں ایک غیر مسلم قیدی کو مسجد نبوی میں باندھ کر صرف جسمانی قید نہیں کی گئی، بلکہ اس کے دل کو نرم کرنے کے لیے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا گیا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ ، يُقَالُ لَهُ : ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ ؟ فَقَالَ : عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ ، إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ ، فَتُرِكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ، ثُمَّ قَالَ لَهُ : مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ ؟ قَالَ : مَا قُلْتُ لَكَ : إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ ، فَقَالَ : مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ ؟ فَقَالَ : عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ ، فَقَالَ : أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَجْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ ، فَمَاذَا تَرَى ؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ ، قَالَ لَهُ قَائِلٌ : صَبَوْتَ ، قَالَ : لَا ، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۳۹.

نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے (سرداروں میں سے) ایک شخص ثمامہ بن اثال نامی کو پکڑ کر لائے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور پوچھا ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ (میں تیرے ساتھ کیا کروں گا) انہوں نے کہا: محمد! میرے پاس خیر ہے (اس کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے، اس نے جنگ میں مسلمانوں کو مارا ہے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو (احسان کرنے والے کا) شکر ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کر سکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ وہاں سے چلے آئے، دوسرے دن آپ نے پھر پوچھا: ثمامہ اب تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا، وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں، کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو شکر ادا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ پھر چلے گئے، تیسرے دن پھر آپ نے ان سے پوچھا: اب تو کیا سمجھتا ہے ثمامہ؟ انہوں نے کہا کہ وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا اَشھد اَن لا اِلٰہ اِلا اللہ، واَشھد اَن محمد ارسول اللہ اور کہا اے محمد! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ میرے لیے برا نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں محمد ﷺ کے ساتھ ایمان لے آیا ہوں اور خدا کی قسم! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ (رضی اللہ عنہ)۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر بین المذاہب عدل و انصاف کا عملی مظاہرہ

مدینہ کے یہودی، جن میں خیبر کے قبائل بھی شامل تھے، اسلام دشمنی میں کسی حد تک بھی جانے سے باز نہ آئے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد انہوں نے قریشِ مکہ سے مل کر اسلامی ریاست کے خلاف سازشیں کیں اور جو مسلمان اُن کے ہاتھ آتا، اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے۔ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا ان کا روز مرّہ معمول بن چکا تھا۔ اس کے باوجود، جب خیبر فتح ہوا اور بعض مسلمانوں نے اُن کے مویشی ہانک لیے تو رسول اللہ ﷺ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شرکت کی، تو بعض لوگوں نے یہود کے باڑے سے بندھے ہوئے جانور جلدی میں ہانک لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز کے بعد فرمایا

اے لوگو! تم نے جلدی میں یہود کے جانور لے لیے ہیں۔ یاد رکھو! کسی بھی معاہد غیر مسلم کے مال کو بغیر حق کے لینا حلال نہیں۔ ۴۰

یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں:

۴۱ "خبردار! میں تم پر معاہد غیر مسلموں کے اموال کو بلاوجہ لینا حرام قرار دیتا ہوں"

رسول اللہ ﷺ کا یہ طرزِ عمل صحابہ کرامؓ کے لیے عملی نمونہ بن گیا۔ چنانچہ خلافتِ راشدہ کے دور میں آپ ﷺ کی سیرت کی روشنی میں مذہبی ہم آہنگی اور عدل و انصاف کے اصولوں کو زندہ رکھا گیا۔ غیر مسلم شہریوں کو اسلامی ریاست میں وہی حقوق حاصل تھے جو مسلمانوں کو میسر تھے — ان کی جان، مال، عزت، عبادت گاہیں اور تجارت مکمل طور پر محفوظ تھیں۔

اسی طرح خلافتِ صدیقی میں جب بھی کوئی لشکر روانہ کیا جاتا، تو خصوصی ہدایات میں یہ باتیں شامل ہوتیں

خبر دار! زمین میں فساد نہ کرنا، نہ درخت کاٹنا، نہ جانوروں کو نقصان پہنچانا، نہ عبادت گاہیں گرانا، نہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا۔ تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو گرجاگھروں میں عبادت میں مصروف ہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ۴۲

یہی سلسلہ خلفائے راشدینؓ میں جاری رہا۔ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ یہ خلفاء غیر مسلموں کے حقوق کے سخت محافظ تھے۔ حتیٰ کہ جب ایک اقلیتی فرد کے ہاتھوں حضرت عمرؓ شہید ہوئے، تب بھی آپؓ نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا

میں اپنے جانشین کو غیر مسلم شہریوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کیے گئے عہد و پیمان کو نبھایا جائے، ان کی حفاظت کے لیے جنگ بھی کی جائے اور ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔"

اسی تسلسل میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے ایک سرکاری حکم نامے میں فرمایا

میں تمہیں غیر مسلم شہریوں سے حسنِ سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ وہ قوم ہیں جنہیں ہماری طرف سے جان و مال، عزت و دین کے تحفظ کی امان دی گئی ہے

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر نرمی، رواداری، اور حکمت سے کام لیا، جس کے دیرپا مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

فتح مکہ پر لاتثریب علیکم عفو و درگزر کی بے مثال مثال:

صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ کا، اور بنو بکر نے قریش کا ساتھ قبول کیا۔ جاہلیت کی پرانی دشمنی اس وقت پھر بھڑک اٹھی جب بنو بکر نے قریش کی خفیہ مدد سے بنو خزاعہ پر رات کے اندھیرے میں حملہ کیا، یہاں تک کہ حرم کی حرمت بھی پامال کر دی گئی۔ ظلم کی اس انتہا پر بنو خزاعہ کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدد کی التجا کی۔ آپ ﷺ نے ان کی فریاد پر قریش کو تین تجاویز بھیجیں: مقتولین کی دیت، بنو بکر سے تعلق ختم کرنا، یا معاہدۂ حدیبیہ کو ختم سمجھنا۔ قریش نے معاہدہ ختم کرنے کو ترجیح دی، لیکن بعد میں نادم ہو کر ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تاکہ صلح کی تجدید ہو سکے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کی تمام کوششوں کو مسترد کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خفیہ طور پر تیاری کا حکم دیا اور قبائل کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ روانگی سے پہلے حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مکہ والوں کو آپ ﷺ کی روانگی کی اطلاع ایک عورت کے ذریعے بھیجی۔ جب یہ بات وحی کے ذریعے معلوم ہوئی تو صحابہ نے خط برآمد کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے حاطبؓ کے بارے میں سخت موقف اختیار کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اہلِ بدر میں شامل تھے، اور اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ "جو چاہو کرو، میں نے تمہیں معاف کر دیا۔" اس سے حاطبؓ کی نیت صاف ثابت

ہوئی۔ دس رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ 10 ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عباسؓ اہل و عیال کے ساتھ مدینہ ہجرت کر رہے تھے، مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا اور انہیں مکہ میں قریش کی خبریں پہنچانے کا کام سونپا۔ اسی دوران ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن ابی اُمیہ اسلام لانے کے ارادے سے مدینہ پہنچے۔ دونوں شدید مخالفت میں پیش پیش رہے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے ملاقات سے انکار فرما دیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی سفارش اور ان کی سچی ندامت پر ملاقات کی اجازت ملی۔ حضرت علیؓ کے مشورے پر ابوسفیان نے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے الفاظ دہرائے: "تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ"، جس پر رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ" (آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے)۔

جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے تمام دشمنوں کو جمع کیا اور فرمایا: "اے قریش! تمہیں کیا گمان ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟" انہوں نے عرض کیا: "آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ، تم سب آزاد ہو!" — یہ وہ لمحہ تھا جس میں انتقام کی جگہ مکمل معافی دی گئی، اور رحم و درگزر کی وہ اعلیٰ مثال قائم ہوئی جس کی انسانی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں۔

روانگی کے وقت رسول اللہ ﷺ روزے سے تھے، لیکن جب کریلے کے مقام پر صحابہ پر مشقت دیکھی تو روزہ افطار فرمالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر جہاد میں اگر مشقت ہو تو افطار افضل ہے۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" کا اعلان صرف الفاظ نہیں، بلکہ آپ ﷺ کے عفو، عدل اور حلم کا ایسا مظہر ہے جو قیامت تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ رہے گا۔ فتحِ مکہ، دراصل آپ ﷺ کی نبوت کا ایک اخلاقی معجزہ تھا، جس میں دشمنوں کو معاف کر کے دنیا کو دکھا دیا گیا کہ یہ دین، رحمت اور درگزر کا دین ہے، نہ کہ انتقام کا۔۴۳

طائف کے مشرکین سے نرمی: بدسلوکی پر حسنِ اخلاق کا مظاہرہ:

ہجرت سے تین سال قبل، نبی کریم ﷺ نے طائف کا سفر اختیار فرمایا تاکہ وہاں کے قبائل کو اسلام کی دعوت دیں۔ اس طویل اور دشوار سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ بھی تھے۔ قبیلہ ثقیف کے سرداروں سے ملاقات کے دوران نہ صرف دعوتِ اسلام کو ٹھکرایا گیا بلکہ توہین آمیز اور تمسخرانہ جملے کہے گئے۔ دعوت کی مکمل ناکامی کے بعد اہلِ طائف نے شہر کے اوباش نوجوانوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جنہوں نے گالیاں دیں، تالیوں سے تمسخر کیا، اور آپ ﷺ پر پتھر برسانا شروع کر دیے۔ اس قدر پتھراؤ کیا گیا کہ آپ ﷺ کے مبارک پاؤں خون سے بھر گئے اور جوتے خون میں تر ہو گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ابنائے ربیعہ کے باغ میں پناہ لینی پڑی۔ اسی باغ میں رسول اللہ ﷺ نے انتہائی کرب کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے مستضعفین پیش کی، جس میں آپ ﷺ نے نہ اپنی مظلومی کا شکوہ کیا، نہ انتقام مانگا بلکہ اللہ کی رضا اور عافیت کی التجا کی۔ اسی مقام پر ایک عیسائی غلام عداس نے جب آپ ﷺ کی زبان سے "بسم اللہ" سنا، تو حیران ہوا، اور پھر رسول اللہ ﷺ کی زبان سے حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر سن کر ایمان لے آیا۔ عداس کا ایمان لانا، طائف کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہدایت کی ایک کرن تھی۔ بعد ازاں جب آپ ﷺ مکہ واپس جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کے طور پر حضرت جبریل علیہ السلام کو پہاڑوں کے فرشتے کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اس فرشتے نے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو اہلِ طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے جواب نے انسانی تاریخ کا درخشندہ ترین اخلاقی معیار قائم کیا۔۴۴

نبی ﷺ نے فرمایا:

۴۵"بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئاً".

ترجمہ: "بلکہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

یہ جواب نہ صرف صبر، رواداری، اور اعلیٰ ظرفی کی بہترین مثال ہے، بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی، دعوتی حکمت، اور انسان دوستی کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔

بیمار یہودی کی عیادت: فردی سطح پر خیر خواہی کی روشن مثال:

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں غیر مسلموں کے ساتھ بین المذاہب ہم آہنگی کا عملی مظاہرہ صرف معاہدات کی سطح پر نہیں بلکہ انفرادی سلوک میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک یہودی لڑکے کی بیماری کے وقت عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے جاکر نرمی و شفقت کا عظیم نمونہ پیش کیا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِندَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ. فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا القَاسِمِ. فَأَسْلَمَ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا۔ نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے، اس کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا: "اسلام لے آؤ۔" لڑکے نے اپنے والد کی طرف دیکھا، والد نے کہا: "ابو القاسم کی بات مان لو۔" چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمایا:

۴۶ "الحمد للہ! جس نے اسے آگ سے بچالیا"!

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ فردی سطح پر بھی حسنِ سلوک اور نرمی کا ایسا طریقہ اپنایا جو دعوت و ہمدردی کا حسین امتزاج تھا۔ بین المذاہب ہم آہنگی کی بنیاد صرف بات چیت یا معاہدات نہیں بلکہ عملی شفقت، خیر خواہی اور اخلاقِ نبوی ﷺ بھی ہے۔

عبد اللہ بن ابی جیسے منافقین سے نرمی: فتنوں کے مقابل صبر و حکمت

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جس قدر بیرونی دشمنوں کا سامنا تھا، اسی قدر باطنی فتنوں کا سامنا بھی تھا۔ ان باطنی فتنوں میں سب سے نمایاں کردار مدینہ کے نام نہاد مسلمان عبد اللہ بن ابی بن سلول کا تھا، جو اصل میں دل سے ایمان نہ لایا تھا بلکہ موقع پرستی کے تحت اسلام قبول کیا۔ غزوہ بنی مصطلق کے بعد جب مسلمان چشمہ مریسیع کے مقام پر قیام پذیر تھے، پانی کے ایک چھوٹے سے جھگڑے نے مہاجرین و انصار کے درمیان وقتی تلخی پیدا کر دی۔ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عبد اللہ بن ابی نے انتہائی اشتعال انگیز جملے کہے۔ ۴۷

۴۸ "جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو عزت والا (یعنی میں) ذلیل (یعنی محمد ﷺ) کو نکال دے گا۔"

یہ بات حضرت زید بن ارقمؓ نے سن کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ایسے فتنہ انگیز شخص کو قتل کر دینا چاہیے، لیکن نبی کریم ﷺ نے نہایت حکمت اور تدبر سے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:

"نہیں، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے اُس وقت قیام کا وقت ہوتے ہوئے بھی فوری کوچ کا حکم دیا، تاکہ معاملہ دب جائے اور فتنہ آگے نہ بڑھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ المنافقون نازل فرما کر ان کے نفاق کو بے نقاب کر دیا۔ ۴۹

"غزوۂ تبوک: غیر مسلم قبائل سے امن معاہدات اور بین المذاہب رواداری کی مثال"

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں جہاں جہاد کا پہلو موجود ہے، وہیں غیر مسلموں سے صلح، امان اور بین المذاہب رواداری کی عملی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی شدت کے باوجود کئی غیر مسلم قبائل سے امن کے معاہدے کیے، جو پرامن بقائے باہمی اور حکمت عملی کا مظہر تھے۔

غزوۂ تبوک کی تیاری رجب کے مہینے میں مدینہ منورہ میں ہوئی، جب موسم سخت گرم تھا اور کھجوریں ابھی پکی نہ تھیں۔ اس سفر کی شدت، دشمن کی کثرت اور فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے خلافِ معمول جہاد کا کھلا اعلان فرمایا تاکہ تمام مسلمان مکمل تیاری کے ساتھ شریک ہو سکیں۔ ۵۰

اور جب رسول اللہ ﷺ ایلہ پہنچے تو ایلہ، جرباء اور اذرح کے غیر مسلم قبائل سے صلح فرمائی۔ ایلہ کے بادشاہ یُحنہ بن روبہ اور دیگر قبائل نے جزیہ دینا قبول کیا، جس پر نبی کریم ﷺ نے ایک تحریری معاہدہ جاری فرمایا جس میں ان کے زمینی و بحری سفر، قافلوں، اور تجارت کو مکمل تحفظ دیا گیا۔ ۵۱

اسی سفر کے دوران نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو دومۃ الجندل کے عیسائی بادشاہ اکیدر بن عبد الملک کے پاس روانہ فرمایا۔ نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق وہ شکار کے دوران گرفتار ہوا۔ قیمتی لباس اور سونے سے مزین قباء مدینہ لائی گئی، جس پر رسول اللہ ﷺ نے جنتی لباس کی عظمت کا ذکر فرمایا۔ بعد ازاں اکیدر نے جزیہ دے کر صلح کی اور واپس چلا گیا۔ ۵۲

تبوک میں قیام کے دوران ایک صحابی کے پاس شام کے ایک تاجر نے بادشاہِ غسان کا خط پہنچایا، جس میں اسے رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو کر اپنے پاس آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ صحابی نے اس سازش کو فوراً پہچان لیا اور خط کو تنور میں جلا کر مشرکوں کی پناہ لینے کا خیال بھی مسترد کر دیا۔ ۵۳

ان واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حکمتِ عملی صرف عسکری نہیں تھی، بلکہ اس میں بین المذاہب ہم آہنگی، صلح جوئی، اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، اور امن کے قیام کے اعلیٰ اصول کار فرما تھے۔ یہ سیرتِ طیبہ کے وہ پہلو ہیں جو آج کے دور میں بین الاقوامی تعلقات اور مذہبی رواداری کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔

*** بین المذاہب مفاہمت اور ہم آہنگی کے لیے بنیادی اصول ***

اسلام وہ واحد الٰہی دین ہے جس نے واضح طور پر مذہبی آزادی کو تسلیم کیا اور یہ اصول دیا کہ ایمان دل کا معاملہ ہے، جس پر کسی قسم کا جبر نہیں ہو سکتا۔

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ ۵۴

" دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔" ترجمہ

"اب حق اور باطل میں فرق بالکل واضح ہو چکا ہے، لہٰذا ہر فرد کو آزادی ہے کہ وہ چاہے تو ایمان لے آئے اور چاہے تو انکار کرے۔"

۵۵"فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

"اسلام نے بنیادِ دین برقرار رکھتے ہوئے مختلف مذہبی طرزِ عمل میں وسعت اور برداشت کا رویہ اپنانے کی تعلیم دی۔"

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ۖ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ۔ ۵۶

اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے عبادت کا ایک مخصوص طریقہ اور شریعت مقرر فرمائی ہے، جس پر وہ عمل کرتی ہے، اور اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن اُس نے تمہیں الگ الگ راستوں پر آزمانے کے لیے بھیجا ہے، لہٰذا دین کے معاملے میں جھگڑا نہ کرو۔ ۵۷

اسلام نے ہمیں تاکید کی ہے کہ دوسروں کے معبودوں یا مذہبی پیشواؤں کو برا بھلا نہ کہیں تاکہ وہ نادانی میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ ۵۸

قرآن نے یہ بھی سکھایا کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے جھگڑے اور دشمنی کی بجائے، بات کو اللہ کی طرف لوٹا دیا جائے، اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا خود ذمہ دار سمجھا جائے—نہ ہم تمہارے اعمال کے جواب دہ ہیں، نہ تم ہمارے۔ فیصلہ اللہ کرے گا۔۵۹

اور یہ اصولی بات بھی واضح کر دی گئی کہ ہر ایک کا راستہ مختلف ہے، تم اپنے دین پر اور ہم اپنے دین پر۔۶۰

ان تمام قرآنی ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ احترام اور رواداری کی تعلیم دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو اپنی شریعت پر قائم رہتے ہوئے، دوسروں کے مذہب کو جبر کے بغیر تسلیم کرنے اور پرامن بقائے باہمی اختیار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

*** اسلام نے غیر مسلموں کے مذہبی شعائر، ان کے رہنماؤں اور عبادت گاہوں کے تحفظ کا حکم دیا ہے۔ ***

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں نقل کیا ہے کہ

ان کی گرجاگھروں، عبادت گاہوں یا خانقاہوں کو منہدم نہ کیا جائے، اور نہ ہی انہیں ناقوس بجانے یا اپنے مذہبی تہواروں میں صلیب نکالنے سے روکا جائے، سوائے ان اوقات کے جب مسلمان نماز میں مشغول ہوں۔۶۱"

یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت کے مقامات مسمار نہ کیے جائیں، نہ ہی انہیں ناقوس بجانے سے روکا جائے—البتہ یہ عمل نماز کے اوقات میں محدود رکھا جائے۔ اسی طرح، ان کے مذہبی تہوار کے دنوں میں صلیب لے کر نکلنے پر بھی کوئی پابندی نہ لگائی جائے۔۶۲

کسی پادری کو اس کے مذہبی منصب سے، کسی راہب کو اس کی گوشہ نشینی اور عبادت سے، اور کسی مذہبی پیشوا کو اس کی مذہبی خدمات سے روکا نہ جائے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ سختی یا زبردستی کا رویہ اختیار نہ کیا جائے۔۶۳

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں منہدم گرجوں کی دوبارہ تعمیر جید علما، جیسے لیث بن سعد اور عبد اللہ بن لہیعہ، کی مشاورت سے عمل میں آئی۔ فقہ اسلامی کے مطابق، اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کی شراب یا خنزیر کو تلف کرے، تو وہ اس کا معاوضہ ادا کرے گا، حالانکہ یہ اشیاء اسلام میں حرام ہیں۔ یہ اصول اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام ہر مذہب کو اس کے مذہبی و ثقافتی معاملات میں آزادی دیتا ہے۔ اسلامی قانون کے تحت، غیر مسلم اپنے نکاح، وراثت، شہادت اور دیگر ذاتی معاملات میں آزاد ہیں، اور ان کی شریعت میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں، فتح شام کے کچھ عرصے بعد ایک عیسائی راہب نے لکھا کہ مسلمان اگرچہ حکمران بن چکے ہیں، مگر وہ ہمارے دین کے مخالف نہیں بلکہ اس کی حفاظت کرتے اور ہمارے گرجوں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔۶۴

نتائج و تجاویز:

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ عدل، رواداری، نرمی اور حکمت پر مبنی رویہ اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ کی قیادت میں میثاقِ مدینہ جیسا جامع معاہدہ بین المذاہب ہم آہنگی کا اولین نمونہ بنا۔ صلح حدیبیہ، وفدِ نجران سے مکالمہ، اہلِ طائف سے نرمی، فتح مکہ پر عام معافی، اور غزوہ تبوک کے دوران مختلف غیر مسلم قبائل سے امن کے معاہدات جیسے واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام صرف عقائد کا دین نہیں بلکہ بین الاقوامی امن اور بین المذاہب بقائے باہمی کا داعی ہے۔

تجویز دی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بین المذاہب تعلقات سے متعلقہ واقعات کو عصری تناظر میں اجاگر کیا جائے۔ یہ پہلو نصابِ تعلیم، بین المذاہب مکالمہ، میڈیا، اور سفارتی فورمز پر بھرپور انداز میں شامل کیے جائیں تاکہ دنیا کو اسلام کی حقیقی روح یعنی امن، انصاف، احترام اور انسانیت کی تبلیغ مؤثر انداز میں دی جا سکے۔ آج کی دنیا جس مذہبی انتہاپسندی اور ثقافتی تصادم کا شکار ہے، اس کا پائیدار حل سیرتِ نبوی ﷺ میں موجود ہے۔

خلاصہ:

یہ مقالہ نبی کریم ﷺ کے غیر مسلموں کے ساتھ برتے گئے روادارانہ، عادلانہ، اور پرامن طرزِ عمل کا سیرت کی روشنی میں جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد بین المذاہب ہم آہنگی کے اسلامی اصولوں کو اجاگر کرنا ہے۔ قرآن، احادیث، اور معتبر سیرت کی کتابوں سے رہنمائی لیتے ہوئے ان واقعات کا تجزیہ کیا گیا ہے جو غیر مسلموں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کی مثالیں پیش کرتے ہیں، جیسے میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ، اہلِ نجران کو مسجد میں عبادت کی اجازت، طائف والوں سے نرمی، فتح مکہ پر عام معافی، اور غزوہ تبوک کے معاہدات۔ اس مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مذہبی اختلاف کے باوجود رحم، عدل، اور مکالمہ پر مبنی رویہ اپنایا، جو آج بھی بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ایک کامل نمونہ ہے۔[i]

حوالہ جات:

۱۔ البینۃ:۶

۲۔ البقرہ:۶۲

۳۔ آل عمران:۱۱۳تا۱۱۵

۴۔ المائدہ:۸۲

۵۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی تعشیر اہل الذمہ اذا اختلفوا بالتجارات، دار الرسالۃ العالمیۃ، ط:1، ج:3، ص:112، حدیث:

3052

۶۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، الریاض: دارالسلام، ط:1، سنہ:1420ھ، ج:1، ص:۴۵۶

۷۔ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (صحیح البخاری)، کتاب الجہاد والسیر، باب جو ذمیوں سے عہد کرے یا پناہ دے وہ جائز ہے، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ط:1، ج:4، ص:143، حدیث:3172۔

۸۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل، لاہور، الفیصل، ص:510

۹۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب السلام، ج:2، ص:542

۱۰۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح البخاری)، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ط:1، ج:8، ص: 22، حدیث:6247۔

۱۱۔ مسلم، امام مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل المساجد وأحب البلاد إلی اللہ، اسلام آباد: دارالسلام، ط:2، ج:2، س:210، حدیث:1528۔

۱۲۔ فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی، شرح صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب إفشاء السلام، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ط: 1، ج:11، ص:5۔

۱۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی شمائل رسول اللہ ﷺ، ج:5، ص:601

۱۴۔ مسلم، مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء، حدیث:6690۔

۱۵۔ محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الإیمان، ج:1، حدیث:15

۱۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب المغازی، ج:5، حدیث:103۔
۱۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب النفقات، باب نَفَقَةِ المُعسرِ عَلَى أَهْلِهِ، ج:6، حدیث:194
۱۸۔ بخاری، کتاب المرضی، باب عیادت الاعراب، 5/7
۱۹۔ مسلم، مسلم بن الحجاج، الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، ناشر: مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ط: اول، سنہ: 2018، ج:4، ص:199، حدیث:2557
۲۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الإیمان، باب حب الرجل لأخیہ ما یحب لنفسہ، ناشر: ادارہ اسلامیات، لاہور، ط: اول، سنہ:2020، ج:1، ص:15، حدیث:13
۲۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الأدب، باب: إثم من لا یأمن جارہ بوائقہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، طبع: اول، سنہ:2020، ج:8، ص:245، حدیث:6016
۲۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب الرفق فی الأمر کلہ، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ط: اول، سنہ:2020، ج:7، حدیث: 80
۲۳۔ کتاب المواعظ، ج:16, ص:128
۲۴۔ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد ادریس صاحب، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت 2015، ج2، ص426
۲۵۔ البقرہ، 146۔
۲۶۔ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد ادریس صاحب، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت 2015، ج2، ص426
۲۷۔ البقرہ، 61۔
۲۸۔ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد ادریس صاحب، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت 2015، ج2، ص:427
۲۹۔ ابن کثیر، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)، کراچی: نفیس اکیڈمی، ط: اول، سن اشاعت:1987، ج3، ص221–222
۳۰۔ سیرت النبی ﷺ، مصنف: علامہ شبلی نعمانی، شریک مصنف: علامہ سید سلیمان ندوی، ج اول، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، اکتوبر2012، صفحہ 304 تا309۔
۳۱۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، محمد ادریس، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت:2016، ج2، ص347_348۔
۳۲۔ امام احمد بن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، المسند (مسند احمد)، بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ج4، حدیث18910۔
۳۳۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، محمد ادریس، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت:2016، ج2، ص348 تا350
۳۴۔ الفتح، 1۔
۳۵۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، محمد ادریس، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت:2016، ج2، ص351 تا353
۳۶۔ الممتحنہ، 10_11
۳۷۔ ماخذ: دہشت گردی اور فتنہ خوارج، شیخ الاسلام، صفحہ 19
۳۸۔ رحمۃ للعالمین، محمد سلیمان منصور پوری، ج1، ص182
۳۹۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ۔ حدیث4372،

۴۰۔ مسند احمد، رقم 16362

۴۱۔ ایضا

۴۲۔ موطا امام مالک، رقم 966

۴۳۔ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد ادریس صاحب، سیرتِ مصطفیٰ، قصہ خوانی پشاور: مکتبہ عمر فاروق، سن اشاعت 2015، ج 2، ص: 459 تا 475

۴۴۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیہ، مئی 2002، صفحہ: 180 تا 183

۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق باب: ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ، حدیث نمبر: 3231

۴۶۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المشرک، حدیث: 1356۔

۴۷۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات، شیش محل روڈ، لاہور، جلد دوم، صفحہ 194 تا 196۔

۴۸۔ المنافقون، 8

۴۹۔ ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات، شیش محل روڈ، لاہور، جلد دوم، صفحہ: 196 تا 197۔

۵۰۔ ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات، شیش محل روڈ، لاہور، جلد دوم، صفحہ: 317

۵۱۔ ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات، شیش محل روڈ، لاہور، جلد دوم، صفحہ: 325

۵۲۔ ایضا

۵۳۔ ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات، شیش محل روڈ، لاہور، جلد دوم، صفحہ: 333

۵۴۔ سورۃ البقرہ: 256

۵۵۔ الکہف: 29

۵۶۔ سورۃ الحج، 67

۵۷۔ سورۃ المائدہ: 48

۵۸۔ سورۃ الانعام: 108

۵۹۔ سورۃ الشوریٰ: 15

۶۰۔ سورۃ الکافرون: 6

۶۱۔ کتاب الخراج، امام ابو یوسف، صفحہ 143 — بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل، مولانا تقی امین، صفر 1393ھ

۶۲۔ ایضا

۶۳۔ ایضا

۶۴۔ مقالات سیرت، شعبہ تحقیق و مرجع وزارت مذہبی امور زکوت و عشر حکومت پاکستان، پوسٹ افس فاونڈیشن پریس، اسلام اباد، 2005، ص: 168